بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

قارئین برہان کو یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ سنائی جا رہی ہے کہ پچھلے مہینے جولائی کی بارہ تاریخ کو دوپہر کے قریب برہان کے مدیر اعلیٰ برادر عزیز مولانا سعید احمد کے والد ماجد جناب ڈاکٹر ابرار حسین صاحب قبلہ مراد آباد میں رحلت فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون مرحوم نہ صرف یہ کہ ایک کامیاب اور نامور ڈاکٹر تھے بلکہ بہت سے غیر معمولی اوصاف کی وجہ سے اکابر کی یادگار سمجھے جاتے تھے، مولانا سعید احمد کے تعلق سے وہ مجھے بھی اپنی اولاد کی طرح جانتے تھے اور اس تقریب سے مجھے بہت قریب سے ان کی زندگی کو پڑھنے کا موقع ملا ہے، اوّل درجے کے متبع شریعت، راسخ العقیدہ، فرائض و واجبات ہی کے نہیں مستحبات و آداب تک کے پابند بڑے فرض شناس اور عاشق رسول، انقلاب ۱۹۴۷ء اور دہلی چھوڑ دینے کے بعد بھی تین چار دفعہ یہاں تشریف لائے، پیرانہ سالی اور انتہائی نقاہت کے باوجود اسی پہلی سی آن بان کے ساتھ پابند اوقات، ان کی خدمت میں بیٹھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اباجی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا ہوں اسی انداز کی محبت، اسی طرح کی بزرگانہ شفقتیں، ان کو دیکھ کر قلب میں عجیب طرح کا سکون محسوس ہوتا تھا، ہر ضروری بات میں مجھ سے مشورہ لیتے اور اس کو غیر معمولی اہمیت دیتے تھے، مرحوم کی زندہ جاوید یادگار خود ان کے اکلوتے صاحبزادے مولانا سعید احمد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے فیوض کو تادیر قائم رکھے اور ایسی لائق و فائق اولاد ہر مسلمان کو نصیب ہو۔

میں نے جناب ڈاکٹر صاحب قبلہ مرحوم کے ضروری حالاتِ زندگی معلوم کرنے کے لئے برادر عزیز کو خط لکھا تھا، جواب میں ان کی جو تحریر آئی ہے اس کے اقتباسات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً

اباکی پیدائش بچھرایوں میں ہوئی، والد کا نام حکیم غلام نیاز تھا جو مراد آباد ضلع کے مشہور طبیب تھے

ڈل پاس کرکے نواب جسن پور کے ہاں اتالیق ہو گئے۔ مگر کچھ دنوں بعد خیال آیا کہ اس طرح زندگی گذارنا تو شیوۂ مردانگی نہیں ہے اس لئے والد۔ والدہ اور سب گھر والوں کی مرضی کے خلاف چپکے سے آگرہ آگئے اور آگرہ میڈیکل اسکول میں داخلہ لے لیا۔ چونکہ گھر والوں کو خبر نہیں کی تھی اس لئے ٹیوشن کرکے اپنے ذاتی اور تعلیم کے اخراجات پورے کرتے تھے۔ چار سال اسی حالت میں گذارنے کے بعد جب ڈاکٹری کی ڈگری مل گئی تو گھر اطلاع کی۔ شروع ایام ملازمت میں منگلور ہردوئی، جھانسی اور اعظم گڈھ میں رہے آخر آگرہ کے لوہا منڈی کے شفاخانہ میں ملازم ہو کر ایسے جمے کہ یہاں پچیس سال ملازمت کرنے کے بعد ۱۹۲۵ء میں ریٹائرڈ ہو گئے۔

منگلور کے زمانۂ قیام میں قاضی عبدالغنی صاحب مرحوم سے بیعت ہوئے، علمائے دیوبند کے نام کے عاشق تھے۔ علی الخصوص حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا نانوتوی سے بیحد محبت تھی اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمتہ اللہ علیہ حضرت میاں اصغر حسین صاحب۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب سے گہرے مراسم تھے۔ دیوبند کے مشہور جلسہ دستار بندی میں بڑے ذوق وشوق سے شریک ہوئے۔ اور مولوی عبدالرحیم پشاوری جو دورہ میں فرسٹ آئے تھے ان کو کچھ روپیہ نقد اور صحیح بخاری کی دونوں جلدیں اپنی طرف سے دی تھیں ان کی دینداری ونیکی کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے آگرہ کے کامیاب ومشہور ڈاکٹر ہونے کے باوجود مجھکو انگریزی کے بجائے عربی پڑھائی اور عالم بنایا، حالانکہ اس پر ان کا مذاق اڑایا جاتا تھا اور آگرہ میں ان کا مشہور رتبہ یہی تھا کہ وہ ڈاکٹر جنہوں نے اس زمانہ میں اپنے لڑکے کو عربی پڑھائی ہے لیکن انہوں نے اس کی ذرا پرواہ نہیں کی اور میری عربی تعلیم پر وہی خرچ کیا جو وہ میری انگریزی تعلیم پر زیادہ سے زیادہ کر سکتے تھے۔ اس کی اہمیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جبکہ اس بات کو بھی پیش نظر رکھا جائے کہ مجھ سے پہلے ابا کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے تھے جن کا نو عمری میں ہی انتقال ہو گیا تھا اس کے بعد مسلسل سترہ سال تک ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی یہاں تک کہ انہوں نے ترکِ ملازمت اور ہجرت کا قصد کر لیا۔ مگر جب قاضی صاحب مرحوم کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے منع لکھ بھیجا اور ساتھ ہی خوشخبری دی کہ ان کے لڑکا ہوگا چنانچہ اس بشارت

کے چند سال بعد ۱۳۰۳ھ کے رمضان کی ۲۰ تاریخ کو صبح صادق کے وقت میں پیدا ہوا تو ولادت سے دو گھنٹے قبل ابا نے حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا نانوتوی کو خواب میں دیکھا کہ وہ مانڈی کے شفاخانہ میں تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں "ڈاکٹر! لڑکا مبارک! اس کا سعید نام رکھنا" چنانچہ ابا نے اس ارشاد کی تعمیل کی اور اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ میں بچہ کو دیوبند بھیجکر عالم بنواؤنگا۔ غرض کہ ایک معززہ سرکاری عہدہ پر فائز ہونے، معقول آمدنی رکھنے۔ اور آگرہ شہر کے خاص ماحول میں رہنے کے باوجود انھوں نے اپنے اکلوتے لڑکے کو عربی کی تعلیم دلائی۔ آمدنی کافی تھی۔ مگر پس انداز کچھ نہیں کرتے تھے۔ دوست احباب کہتے کہ کوئی جائداد خرید لیجیئے۔ تو فرماتے کہ اگر یہ لڑکا عالم باعمل ہوگیا تو بس یہی مری جائداد ہے جو آخرت میں بھی کام آئیگی اور اگر میں نے جائداد خرید بھی کر لی مگر لڑکا صالح نہیں ہوا تو پھر جائداد میرے لئے عذاب جہنم ہو جائیگی۔

نماز باجماعت۔ روزہ اور اوراد و وظائف کے سخت پابند تھے۔ اب سے تین چار سال پہلے تک جبکہ وہ بیحد کمزور ہو گئے تھے تہجد اور اشراق تک کی نماز پابندی سے پڑھتے تھے۔ بقرعید کے دنوں میں کئی کئی بکرے کرتے اور صدقات و خیرات بڑی فیاضی سے کرتے تھے۔ کنبہ پروری۔ مہماں نوازی اور غریبوں کی مدد ان کا شعار تھا۔ حج خود کیا۔ اور اپنی بیوی اور اولاد کو کرایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مدینہ اور اہل مدینہ کے ساتھ انہیں فطری محبت تھی۔ اہل مدینہ کے لئے ہر سال کچھ رقم بھیجتے تھے۔ خود بہت سادہ رہتے تھے۔ درویش صفت۔ اور فقر منش طبیعت پائی تھی۔ بیٹے کے ساتھ ان کو محبت نہیں عشق تھا بات بات پر دعائیں دیتے اور بلائیں لیتے تھے اور اب بھی وہی معاملہ کرتے تھے جو ایک باپ اپنے دو برس کے بچے کے ساتھ کرتا ہے۔ تصوف کا خاص ذوق تھا۔ اور اس فن کے مسائل پر عالمانہ گفتگو کرتے تھے بحیثیت ڈاکٹر کے اپنے فن میں نہایت کامیاب اور دور دور تک مشہور تھے۔ قدرت نے دست شفا عطا فرمایا تھا۔ نبض دیکھتے ہی مرض کی پوری کیفیت فوراً معلوم کرتے تھے اور مریض کے کچھ بغیر ہی بتائے سب حالات و عوارض بیان کر دیتے تھے۔

کم و بیش ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ قاضی ظہور الحسن صاحب ناظم سیوہاروی نے قطعہ تاریخ وفات کہا۔

ابرار حسین آنکہ بہ سالک طریقت — بہ سینہ اش منور از نور پاک ایزد

رحلت چو کرد ناگہ بودم بفکر سالش — آمد ندا ز غیبم مغفور پاک ایزد ۱۳۷۱ھ